© rasailojaraid.com

نظم اور تناسب کا فرق

مولانا نازش احتشام اصلاحی

قرآن کریم اسرار و معانی کا ایک بحرِ بیکراں ہے جس میں ہر انسان اپنی اپنی استطاعت وصلاحیت کے مطابق حِکَم و معارف کے جواہر ڈھونڈتا رہتا ہے۔ یہ سلسلہ زمانۂ نزولِ قرآن ہی سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ قرآن کا ایک طالب علم جب اس پر نگاہ ڈالتا ہے تو بادی النظر میں دو پہلو اس کے سامنے آتے ہیں۔ ایک اعجازِ بیان کا، دوسرا اصلاح و اخلاق کا۔ قرآن کریم جہاں تمام انسانوں کے لیے سامانِ رشد و ہدایت ہے وہیں حکمت و دانائی کا ایک خزینہ بھی ہے۔ جو شخص اس پر غور کرتا ہے اس کی زبان اس حقیقت کے اظہار پر مجبور ہوتی ہے کہ "ہم قرآن کو کسی مکانی رقبے یا زبانی رقبے یا علم انسانی کے رقبے میں مقیّد و محدود نہیں کر سکتے[1]" اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

لا یشبع منہ العلماء ولا تنقضی عجائبہ[2] — علماء کبھی اس سے آسودہ نہیں ہو سکتے اور اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔

اس کے اعجازِ بیان کا یہ حال ہے کہ لبید جیسے ماہرِ سخن کو یہ کہنا پڑا:

أبدلنی اللہ بہ القرآن[3] — اللہ تعالیٰ نے اس کے (یعنی شاعری کے) بدلے مجھے قرآن سے نوازا ہے۔

دنیائے ادب اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ قرآن جیسا کلام پیش کرنا مشکل ہی نہیں،

---

[1] امام فراہی۔ حیات و افکار (مجموعہ مقالات فراہی سمینار) مرتب ڈاکٹر عبید اللہ فراہی، دائرہ حمیدیہ سرائے میر اعظم گڑھ ص ۲۳ ۲۴

[2] جامع ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن

[3] تاریخ دول العرب والاسلام، محمد طلعت حرب، مطبع ترک القاہرہ ۱۹۰۵ء طبع دوم ص ۱۰۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ناممکن ہے۔ اس کے اعجازِ بیان پر غور کرنے والا اس کے بے شمار پہلو پاتا ہے۔ کوئی اس کی لفظی صناعی سے بحث کرتا ہے، تو کوئی اس کے طرزِ ادا اور اندازِ بیان پر غور کرتا ہے، کوئی اس کے قوافی کو اپنی بحث و تحقیق کا موضوع بناتا ہے، تو کوئی حروفِ مقطعات کو اپنی توجہ کا مرکز بناتا ہے۔

قرآنیات سے متعلق ان مباحث میں ایک نہایت اہم بحث کا تعلق 'نظم' سے ہے۔ نظم کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی آیات اور اس کی سورتیں معنوی اعتبار سے اس طرح باہم مربوط، مسلسل اور مرتبط ہیں جیسے کوئی ہار ہو، جس میں مختلف قسم کے موتی ایک خاص سلیقے اور ترتیب سے پروئے گئے ہوں۔

چنانچہ اس ہار کے حسن و جمال کا جو نقش دل و دماغ پر ثبت ہوتا ہے وہ اس ہار میں پروئے ہوئے موتیوں کی رعنائی و زیبائی اور انفرادی طور پر ان کی غیر معمولی قدر و قیمت کا ہی نہیں، بلکہ اس میں ان موتیوں کے خاص طور پر اور خاص سلیقہ سے پرونے کا بھی مرہونِ منت ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر ایک موتی کو بھی اس کی جگہ سے نکال دیں تو اس کا حسن متاثر ہو جائے گا۔ ٹھیک یہی معاملہ قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کا بھی ہے کہ اگر ایک آیت کو بھی اس کی اصلی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ لگا دیں تو اس کے معانی میں زمین و آسمان کا فرق ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی ایک ٹکڑے کو دوسری جگہ لگا دیں تو اس کی معنویت باقی نہیں رہے گی۔ نظمِ قرآن سے متعلق بحث میں مولانا فراہیؒ نے اس نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔

نعلم بالبداھۃ أنّ حسن	ہمیں بدیہی طور پر یہ معلوم ہے کہ حسنِ ترتیب
الترتیب من أکبر محاسن	کلامِ بلیغ کے سب سے بڑے محاسن میں
الکلام البلیغ، ونحن نوقن	سے ہے۔ ہم قرآن کے اعجاز پر یقین رکھتے
باعجاز القرآن، فھل نرضی	ہیں پھر ہم یہ بات کیسے مان سکتے ہیں کہ قرآن
بأن یکون عاریًا عن حسن	حسنِ ترتیب سے خالی ہے اور کیوں کر
الترتیب؟ وکیف نترک النظر	ہم اس کے معانی کے ارتباط کو سمجھنے اور اس
فی فھم رباط معانیہ واعتناق	کے باہمی اتصال پر غور و فکر کرنے کو نظر انداز
بعضھا ببعض، و إتقان ترتیبھا	کر سکتے ہیں اور کس طرح محکم ترتیب کو نظر انداز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ألا تراك لا ترضى بأن تجعل كلامَ عاقلٍ رزينٍ خالياً عن ترتيب فيه، وربما يحطّ عندك قدر خطيبٍ مصقع أُتي بفنونٍ من البلاغة وأثّر في النفوس بخلابة بيانه لمحض أنه ذهل عن ربط الكلام، فهام من وادٍ إلى وادٍ، وهو معذور بأنه ألقى الخطاب عفواً لم يعمل فيها النظر والروية، وليس ذلك إلا لأن الكلام البليغ لا يحتمل سوء الترتيب. فإن كان الأمر كذلك أليس على المؤمن بإعجاز القرآن أن يثبت حسن نظمه وإحكام ترتيبه [1]

کر سکتے ہیں۔ تم خود یہ گوارا نہیں کرتے کہ کسی عقل مند اور سنجیدہ انسان کی گفتگو کو ترتیب سے خالی سمجھو۔ بسا اوقات ایک ماہر خطیب جس نے بلاغت کے تمام فنون کا اپنے کلام میں احاطہ کیا ہو اور سامعین کو اس نے متاثر کیا ہو، اس کی وقعت محض اس لیے گر جاتی ہے کہ اس نے کلام میں ربط و ترتیب کو نظر انداز کر دیا۔ وہ متعدد موضوعات کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے اور وہ اس تبدیلی کے لیے معذور ہے کیوں کہ اس نے برجستہ تقریر کی ہے اور غور و فکر سے کام نہیں لیا ہے۔ ایسا صرف اس لیے ہوتا ہے کہ کلام بلیغ بے ترتیبی کا متحمل نہیں ہوتا۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو کیا قرآن کے اعجاز کا یقین رکھنے والے پر ضروری نہیں کہ وہ اس کے حسنِ نظم اور اس کی ترتیب کی پختگی کو ثابت کرے؟

قرآن مجید میں نظم کا تصوّر کوئی نیا نہیں ہے۔ علماء مفسرین کی ایک بڑی جماعت نظم قرآن کی قائل رہی ہے، لیکن جب ہم اس میدان میں ان کی تحقیقات کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ دراصل ان کا تصورِ نظم 'تناسب' سے کچھ زیادہ آگے نہ بڑھ سکا۔ مولانا فراہی کا تصور نظم قرآن، تناسب سے بہت آگے کی چیز ہے اور واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے اس تصور کو ایک بالکل نئی جہت سے

---

[1] دلائل النظام (رسائل الامام الفراہی فی علوم القرآن) دائرہ حمیدیہ اعظم گڑھ ص ۵۱۔ اس کی مزید تشریح "الحاجہ الی معرفۃ النظم" ص ۵۲ (حاشیہ) کے زیرِ عنوان دیکھیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روشناس کیا ہے جو اس سے پہلے اس وضاحت اور صراحت کے ساتھ پیش نہیں کی گئی تھی۔ انھوں نے تصورِ نظم کے لیے نظام کی اصطلاح استعمال کی اور نظم کو فہمِ قرآن کی کلید اور اس کے گنجینۂ اسرار و معارف تک پہونچنے کا اہم ترین راستہ قرار دیا ہے۔ انھوں نے نظم کی مشکلات و وسائل اور اس کے اصول و مبادی کی تفصیلات کے سلسلے میں جو دادِ تحقیق دی ہے وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

مولانا نے نظم کا جو وسیع تصور پیش کیا ہے وہ قدماء کے تصورِ مناسبت سے بدرجہا ارفع، ہمہ گیر اور جملہ آیات و سور کے درمیان بڑا گہرا اور فطری و منطقی ربط وارتباط پیدا کرنے والا ہے۔ اس طرح قدماء نے مناسبت یا تناسب کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ علم نظام کا محض ایک جزبن کر رہ جاتا ہے۔

یہ مضمون نظام اور مناسبت کے مفاہیم و مضمرات کے فرق کو واضح کرنے کی ایک کوشش ہے۔

تناسب کا مفہوم

مناع قطان مناسبت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔

"والمناسبة في اللغة المقاربة، فلانٌ يناسب فلاناً، اى يقرب منه ويشاكله، ومنه المناسبة في العلة في باب القياس وهي الوصف المقارب للحكم، والمراد بالمناسبة هنا وجه ارتباط الجملة بالجملة في الآية الواحدة او بين الآية والآية في الآيات المتعددة او بين السورة والسورة[1]	لغت میں مناسبت مقاربت کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں سے مناسبت رکھتا ہے یعنی اس سے قریب تر ہے اور اس سے مشابہت رکھتا ہے اور اسی سے قیاس کے باب میں علت کو مناسبت کہا جاتا ہے یعنی وہ وصف جو حکم میں پایا جاتا ہے اور یہاں مناسبت سے مراد ایک آیت میں دو جملوں کا ارتباط یا متعدد آیات کا باہمی ارتباط یا ایک سورہ کا دوسری سورہ سے ارتباط ہے۔

---

[1] مباحث فی علوم القرآن، مناع قطان، مکتبۃ المعارف ریاض ۱۹۸۱ء ص ۹۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے معلوم ہوا کہ سلف کے نزدیک تناسب کا مفہوم یہ ہے کہ ایک جملہ دوسرے جملہ سے کوئی مناسبت رکھتا ہو، ایک آیت کا دوسری آیت کے پہلو میں آنا کسی قرب و تعلق کی بنیاد پر ہو، اسی طرح ایک سورہ کا دوسری سورہ کے بعد آنے میں کوئی بھی وجہِ اتصال ہو، خواہ یہ مناسبت، تعلق اور وجہِ اتصال آیات و سور کے مابین فطری تسلسل معنوی ترتیب اور حکیمانہ تالیف سے عاری ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اس نظر سے کتبِ تفسیر کا مطالعہ کرنے والے کو بڑی مایوسی ہوگی۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:۔

"جن لوگوں نے قرآن میں نظم کا دعویٰ کیا ہے، ان کی خدمات کے اعتراف کے باوجود یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں پیش کرسکے جو اس راہ میں قسمت آزمائی کرنے والوں کا حوصلہ بڑھاتی۔ اوپر جن بزرگ مصنفوں کے اقوال و ارشادات نقل ہوئے ہیں ان میں سے تین بزرگوں کی کتابوں سے استفادہ کا موقع مجھے نصیب ہوا۔ میں بلا کسی ارادۂ تحقیر کے عرض کرتا ہوں کہ ان میں سے کسی کی کتاب سے مجھے کسی مشکل کے حل کرنے میں کوئی مدد نہیں ملی۔

مہائمیؒ اور رازی کی تفسیریں عرصے تک میرے مطالعہ میں رہی ہیں، بلکہ رازی کی تفسیر اب بھی پیشِ نظر رہتی ہے۔ یہ حضرات جس قسم کا نظم بیان کرتے ہیں اس کے متعلق یہ کہنا شاید بے جا نہ ہوگا کہ اس قسم کا نظم ہر دو متضاد چیزوں میں جوڑا جاسکتا ہے"[1]

گویا سلف کے نزدیک اصولی طور پر نظم اور تناسب ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور ان میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ اس چیز کو کبھی وہ نظم کا نام دیتے ہیں تو کبھی مناسبت سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی تناسب کہہ دیتے ہیں۔ لیکن مولانا حمید الدین فراہیؒ کے نزدیک یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں اور ان کے درمیان بنیادی فرق پایا جاتا ہے وہ نظم کو کلامِ بلیغ کا جزء لاینفک قرار دیتے ہیں، جبکہ قدماء کا تصورِ تناسب، بلاغتِ کلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ ذیل کی سطور میں مولانا فراہیؒ

---

[1] تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ج ۱، ص ۱۹

© rasailojaraid.com

کی تحریروں کی روشنی میں اس فرق کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

نظم کا مفہوم

نظم کے معنی ہیں "ہار میں موتیوں کا پرونا"[1] ایک حماسی شاعر کہتا ہے:

هل هملت عيناى فى الدار غدوة
بدمعٍ كنظم اللؤلؤ المتهالك[2]

ایک اور شاعر کہتا ہے ر

أضاءت لهم أحسابهم ووجوههم
دجى الليل حتى نظم الجزع ثاقبه[3]

گویا نظم کے معنی ایک ہار میں موتیوں کو پرونے کے ہیں۔ قرآن مجید میں نظم کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ایک منظّم اور مربوط کتاب ہے اور اس کی ایک سورہ کی جملہ آیات اور پھر تمام سورتیں ایک دوسرے سے اسی طرح مربوط ہیں جس طرح کا نظم اور ربط و تعلق کسی کلام بلیغ کے اندر ہوتا ہے، بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کی قدرت و صنّاعی کے آگے سخن ورانِ عالم کی قادر الکلامی ہیچ اور ان کی زبان آوری گنگ اور ماند ہے۔

امام فراہیؒ کا کہنا ہے کہ تناسب میں صرف دو آیتوں میں ایک ربط قائم کیا جاسکتا ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ مناسبت قائم کرنے میں غلطی کرتے ہیں۔ ایک آیت کا دوسری آیت سے ربط نہیں ہوتا اور لوگ بے معنی اور لایعنی مناسبت کھینچ تان کر قائم کردیتے ہیں، جبکہ نظام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سورہ جہاں مختلف پیراگرافس سے مل کر ایک کلام کی شکل اختیار کرتی ہے، وہ اپنی سابق و لاحق دونوں سورتوں سے مربوط ہوتی ہے۔ اس طور سے پورا قرآن ایک کلام

---

[1] لسان العرب، ابن منظور، بیروت، لبنان، مادہ ن ظ م

[2] دیوان الحماسۃ، الیتام مع شرح تبریزی، ج ۲، ص ۱۰۶

[3] محاسن الشعر، اجمل ایوب اصلاحی، مکتبہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ، ج ۲، ص ۶۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی شکل میں ہماری نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔

گویا تناسب اور نظام میں فرق یہ ہوا کہ تناسب دو آیتوں کے درمیان محض ایک مناسبت کا نام ہے، جب کہ نظام میں پوری سورہ ایک کلام کی شکل میں نظر آتی ہے۔ چوں کہ لوگوں نے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا ہے اس لیے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ ہر آیت کو اپنی سابق و لاحق آیت سے جوڑنے کی کوشش کی جائے اور یہ چونکہ ناممکن ہے اس لیے اس میں زبردست غلطی کی ہے۔ مولانا فراہیؒ نے اس پر یوں بحث کی ہے:

إنَّ التناسب إنّما هو جزءٌ من النظام، فان التناسب بين الآيات بعضها مع بعض لا يكشف عن كون الكلام شيئًا واحدًا مستقلاً بنفسه، وطالب التناسب ربما يقنع بمناسبة ما فربما عن المناسبة التي ينتظم بها الكلام فيصير شيئًا واحدًا. وربما يطلب المناسبة بين الآيات المتجاورة مع عدم اتصالها فان الآية المناسبة ربما تكون متصلة بالتي قبلها على بُعدٍ منها، ولولا ذلك لما عجز الأذكياء عن إدراك التناسب، فانكروا به فان عدم الاتصال بين آيات متجاورة يوجد كثيرًا، ومنها ماترى فيه اقتضابًا بيّنًا وذلك إذا كانت الآية اوجملة من الآيات متصلة

تناسب نظم کلام کی ایک کڑی ہے، آیتوں کے درمیان ایک دوسرے کا تناسب اس بات کو نہیں کھولتا ہے کہ کلام فی نفسہ ایک مستقل شے ہے، بسا اوقات تناسب تلاش کرنے والا طالب علم کسی بھی مناسبت پر قانع اور مطمئن ہو جاتا ہے چنانچہ وہ مناسبت سے بھی غافل ہو جاتا ہے جس سے کلام ایک لڑی میں پرویا جاتا ہے اور شے واحد ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ یکے بعد دیگرے آنے والی آیتوں کے درمیان دونوں میں عدم اتصال کے باوجود مناسبت ڈھونڈتا ہے، تو بعد میں آنے والی آیت بسا اوقات آیتِ ماقبل سے متصل نہ ہونے کے باوجود متصل ہو جاتی ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو تناسب کے ادراک سے ایسے ذہین و فطین لوگ عاجز نہ رہتے اور تناسب کا انکار نہ کرتے کیونکہ متجاور آیتوں کے درمیان عدلِ اتصال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بالتي على بعد منها وبالجملة فمرادنا بالنظام ان تكون السورة كاملاً واحداً، ثم تكون ذات مناسبة بالسورة السابقة واللاحقة او بالتي قبلها او بعدها على بُعدٍ ما، كما قدمنا في نظم الآيات بعضها مع بعض فكما أنّ الآيات ربما تكون معترضة فكذلك ربما تكون السور معترضة وعلى هٰذا الاصل ترى القرآن كله كلامًا واحدًا ذا مناسبة و ترتيب في أجزاءه من الأوّل الى الآخر[1]

عام طور پر پایا جاتا ہے اور ان ہی میں سے وہ بھی ہے جس میں تم واضح اقتضاب اور جھول پاتے ہو اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جب کوئی آیت اور جملہ اس آیت یا جملے سے متصل ہوتا ہے جس میں خاصا بعد ہوتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ نظم سے ہماری مراد یہ ہے کہ سورت بذات خود مکمل ہوتی ہے، مزید براں ان سورتوں سے جو اس سے پہلے یا بعد میں متصلاً یا کچھ فاصلے پر ہوتی ہیں مناسبت رکھتی ہے، جیسا کہ ہم نے نظم آیات بعضہا علی بعض میں پیش کیا ہے، پس جیسا کہ آیات بسا اوقات معترضہ ہوتی ہیں، اس طرح سورتیں بھی معترضہ ہوتی ہیں۔ اس اصل کے بنا پر تم پورے قرآن کو ایک کلام اور اوّل سے آخر تک اس کے اجزا میں ترتیب اور مناسبت رکھنے والا دیکھو گے۔

نظم کے پہلو

نظم کے دو پہلو ہیں: ایک ظاہری، دوسرا مخفی۔

(الف) ظاہری پہلو:

جب آپ قرآن کی سورتوں کی ترتیب پر غور کریں گے تو دیکھیں گے کہ مکی اور مدنی سورتیں یکے بعد دیگرے آتی ہیں اور پورا قرآن سات گروپوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ہر سورہ خواہ مکی ہو یا مدنی اپنے گروپ سے پوری طرح تعلق رکھتی ہے اور ایک غور

---

[1] رسائل ص ۸۶، ۸۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے والا بول پڑتا ہے کہ: "ولقد آتینٰک سبعًا من المثانی والقرآن العظیم" الحجر۔ ۸۷ (ہم نے تم کو بار بار دہرائی جانے والی سات (چیزیں) دے رکھی ہیں اور تمہیں قرآنِ عظیم عطا کیا ہے)

(ب) مخفی پہلو:

جب آپ مزید غور کریں گے تو دیکھیں گے کہ ہر گروپ اپنا ایک مرکزی موضوع رکھتا ہے اور اس مرکزی موضوع کی روح ان تمام سورتوں میں کارفرما ہوتی ہے جو اس گروپ میں شامل ہیں۔ علامہ فراہیؒ نے اس مرکزی موضوع کا نام عمود رکھا ہے اور یہی وہ اصل شے ہے جس سے نظم اور تناسب کا فرق کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

عمود کا مفہوم

آپ دیکھتے ہیں کہ خطیب جب اپنے خطبہ کا آغاز کرتا ہے تو اس کے ذہن میں ایک موضوع متعین رہتا ہے مگر وہ درمیان میں دوسری باتیں کبھی بطور تمثیل، کبھی بطور دلیل کبھی بطورِ طنز و تعریض لاتا ہے، مگر یہ تمام باتیں ایک مرکزی موضوع کے تحت ہی گردش کرتی ہیں، اس سے ہٹتی نہیں۔ ان تمام باتوں کا تعلق کسی نہ کسی پہلو سے اسی مرکزی موضوع سے ہوتا ہے۔ اس طرح اگر آپ بغور دیکھیں گے تو محسوس کریں گے کہ ہر سورہ کا الگ الگ اپنا مرکزی موضوع ہے۔ مزید غور کریں گے تو محسوس کریں گے کہ ہر گروپ کا اپنا ایک مرکزی موضوع ہے اور اس کی روح اس گروپ کی ہر سورہ میں اسی طرح کارفرما نظر آتی ہے جس طرح سورہ کی آیات میں پھر مزید اور بڑھیں گے تو دیکھیں گے کہ یہ تمام گروپ ایک کلام کا روپ دھار لیتے ہیں جس کو ہم قرآن کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر آیت کا ماقبل و مابعد سے کوئی تعلق ہی ہو۔ کبھی ایک پیراگراف دوسرے پیراگراف سے ملتا ہے، نہ کہ اس کی ایک آیت دوسری آیت سے، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو نظر انداز کر کے نظم تلاش کرنے والا متحیر اور پریشان ہو کر رہ جائے گا۔ مولانا فراہی لکھتے ہیں:

اما العمود: فھو جماع مطالب	عمود مضامینِ خطاب کا جامع ہوتا ہے کلام
الخطاب، فالیہ یجری الکلام	اسی کے گرد گردش کرتا ہے، عمود ہی کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وهو المحصول والمقصود منه فليس من أجزاء الترتيب ولكنه يسري فيه كالروح والسر، والكلام شرحه وتفصيله وإنتاجه وتعليله وربما يحسن إخفاءه فلا يطلع عليه إلا بعد استيفاء الكلام والتدبر فيه [1]

کلام مقصود ومطلوب ہوتا ہے۔ البتہ وہ کلام کے اجزاء ترتیب کا حصہ نہیں ہوتا، لیکن وہ کلام میں روح کی طرح جاری وساری رہتا ہے اور کلام اس کی شرح، تفصیل اور سبب وعلت ہوتا ہے، ایسا اوقات اس کا پوشیدہ رہنا ہی بہتر ہوتا ہے، اس لیے پورے کلام پر بغور نگاہ ڈالنے کے بعد ہی اس سے واقفیت ہو سکتی ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

إعلم أن مرادنا من النظام أن تكون لكل سورة صورة مشخّصة، فإنّ معاني الكلام إذا ارتبط بعضها ببعض وجرت إلى عمود واحد، وكان الكلام ذا وحدانية، فحينئذ لا يكون إلّا وله صورة مشخّصة فإذا نظرت إلى الكلام من هذه الجهة رأيت فيه من الجمال والإتقان والوضاحة [2]

جان لو کہ نظام سے ہماری مراد یہ ہے کہ ہر سورہ کا ایک خاص تشخص ہو، کیوں کہ سورہ کے مضامین جب ایک دوسرے سے بالکل مربوط ہوں گے تو وہ تمام مضامین ایک مرکزی نکتے (عمود) کی طرف بڑھ رہے ہوں گے اور کلام میں وحدت کا رنگ پیدا ہو جائے گا اور اس طرح سورہ اپنے مستقل تشخص کے ساتھ سامنے آجائے گی اور جب تم آیات پر اسی انداز سے بار بار نظر ڈالو گے تو ان کا جمال واستحکام اور ان کی آب وتاب تمہارے سامنے آجائے گی۔

مزید فرماتے ہیں:

اعلم ان تعيين عمود

یہ واضح رہے کہ عمودِ سورہ کی تعیین

---

[1] رسائل ص ۸۵ — [2] رسائل ص ۸۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

السورة، هو إقليد لمعرفة نظامها، ولكنه أصعب المعارف، ويحتاج الى شدة التأمّل والتمحيص وترداد النظر في مطالب السورة المتماثلة والمتجاورة حتى يلوح العمود كفلق الصبح، فيضئ به السورة كلّها، يتبيّن نظامها وتأخذ كل اية محلّها الخاص ويتعيّن من التأويلات المحتملة أرجحها[1]

ہی اس کے نظام سے واقفیت کی کلید ہے، مگر اس کا جاننا بڑا ہی مشکل ہے، اس میں کافی غور و خوض بہم معنی و سابق و لاحق سورہ کے مطالب پر بار بار نظرِ تامل ڈالنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ عمود صبحِ روشن کی طرح نمایاں ہو جائے، اس طور سے پوری سورہ روشن اور اس کا نظام نمایاں ہو جائے۔ ہر آیت کا اپنا خاص موقع واضح ہو جائے اور متحمل تاویلوں میں سے ارجح تاویل کھل کر سامنے آ جائے۔

الغرض نظام وہ چیز ہے جو سورہ کے اندر عمود کو متعین کرتا ہے اور اس کی مختلف آیتوں میں ربط پیدا کر کے پوری سورہ کو ایک وحدت کے قالب میں ڈھال دیتا ہے۔

اس کے برعکس وہ تناسب جسے علماء قدیم بیان کرتے ہیں اس سے پوری سورہ ایک قالب میں ڈھل کر وحدت کا روپ اختیار نہیں کر پاتی۔ آیات کے مابین اس طرح کی مناسبت پیدا ہونے کے بعد بھی ان کی بے ربطی ختم نہیں ہوتی۔ اس کی واضح مثال ان قدماء کی تفسیریں ہیں جنھوں نے اظہارِ تناسب کا خاص اہتمام کیا ہے۔ قدماء کی ان تفسیروں کے مطالعہ سے کسی شخص کو یہ اطمینان نہیں ہو سکتا کہ واقعی قرآن مجید ایک مربوط و منظم کتاب ہے •••

---

[1] رسائل ص ۸۹

© rasailojaraid.com